خطبہ استقبالیہ

جہاد کانفرنس ملتان

منعقدہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ جون ۵۷ء

زیر اہتمام جمعیۃ علماء اسلام ملتان

منجانب

خواجہ عبد الغفور

صدر استقبالیہ کمیٹی

(1) حضور علیہ السلام کا درود مختصر لکھا — 4, 28

(2) بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ نے ایک لاکھ دینار دے کر ملتان کو تباہی سے بچا لیا۔ — 6

(3) متوحش ، بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کیلئے لفظ نوشاہ : — 6, 22

(4) (سید احمد / اسماعیل دہلوی) انگریزوں سے جہاد — 9, 13, 14, 20

(5) انگریز سے جنگ آزادی کو غدر کا نام دیا۔ — 10, 11, 12

(6) مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ جنگ آزادی کا فتویٰ دیا۔ — 18

(7) علماء دو گروہ میں بٹے ہوئے — 19

(8) جنہوں نے تحریک میں حصہ لیا اُن کو وہابی کہا — 20, 21

(9) قادیانی۔ — 23, 24

(10) جنگ آزادی تحریک پاکستان ۔ دیوبندیوں "ہیرو" کا نام — 24

(11) "شاہ رست حسین" خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے۔ — 26

(12) سید احمد اسماعیل دہلوی کی روحیں پکار رہی ہیں (غیب؟) — 29

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَ الْمُجَاهِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ

سب تعریفیں اللہ تعالے کیلئے ہیں جس نے جہاد کرنیوالوں کو بیٹھ جانیوالوں پر برتری عطا کی

وَاَمَرَ نَبِیَّهُ الْاَمِیْنَ اَنْ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ

اور جسنے اپنے امین نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ بنفس نفیس کفار اور منافقین سے جہاد کریں۔

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْجَعِ الْمُجَاهِدِیْنَ الَّذِیْ حَرَّضَ عَلَی

اور درود سلام ہو تمام مجاہدین کے سب سے بڑے پیغمبر پر ہوں جس نے تمام مومنین کو جہاد پر

الْقِتَالِ جَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الْحَقِّ عِنْدَ الْاُمَرَاءِ الْجَائِرِیْنَ

آمادہ کیا اور جس نے ظالم حکام کے سامنے کلمہ حق کو یقیناً افضل جہاد قرار دیا۔ اور

اَفْضَلَ الْجِهَادِ بِالْیَقِیْنِ وَعَلٰی مَنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّاُحُدًا وَّ

درود سلام اس ہستی پر ہوں جو بدر۔ احد حنین اور دیگر معرکوں میں شامل ہوئے۔ وہ

حُنَیْنًا وَسَائِرَ الْمَشَاهِدِ لِاِعْلَاءِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ وَعَلٰی مَنْ

حق مبین کے بلند کرنے کیلئے حاضر ہوا۔ اور درود سلام ان کے ان پیروکاروں

تَبِعَهُمْ فَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ رَافِعِیْ لِوَاءِ الدِّیْنِ

پر ہوں جنہوں نے دین کے جھنڈے بلند کر کے اپنے مال اور جان سے جہاد

حَتّٰی اَرَاقَ السَّیِّدَانِ الشَّهِیْدَانِ وَمَنْ صَحِبَهُمَا

کیا۔ یہاں تک کہ ہمارے دو شہید سرداروں اور ان کے مجاہدین ساتھیوں نے

مِنَ الْمُجَاهِدِیْنَ وَمَاءُ هُمْ فِیْ بَالَاكُوٹ فَصَارُوْا فَائِزِیْنَ

بالاکوٹ کے مقام پر اپنا خون بہایا۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

وَعَلَی الْعُلَمَاءِ الَّذِیْنَ حَارَبُوْا الْاِفْرَنْجِیِّیْنَ الظَّالِمِیْنَ

اور درود و سلام ان علمار کرام پر ہو جو ظالم افرنگی سے ایک سو سال کے عرصہ

مُذْ مِائَةِ سَنَةٍ اِلٰی هٰذَا الْحِیْنِ وَصَبَرُوْا عَلٰی مَا اُوْ

سے اس وقت تک جنگ آزادی لڑتے رہے۔ اور فرنگی کی جانب سے دی گئی تکالیف

ذُوْا وَقُتِلُوْا وَصُلِبُوْا وَحُبِسُوْا وَفَازُوْا بِهٖ نُوْرَ الْیَقِیْنِ

از قسم قتل و پھانسی اور قید پر ایسا صبر کیا کہ اس سے ان کو یقین کی روشنی

اَللّٰهُمَّ فَجَازِهِمْ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ مِنْ عِنْدِكَ عَنَّا وَعَنْ

حاصل ہو گئی۔ اللہ! تو ان کو اپنے پاس سے ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے

جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ جَزَاءً وَّافِیًا لِّمَا تُجَازِیْ بِهٖ عِبَادَكَ

ایسی اچھی جزار عطا فرما جو بالکل پوری ہو۔ جیسا کہ تو اپنے مخلص بندوں کو

الْمُخْلَصِیْنَ وَوَفِّقْنَا اَنْ نُّجَاهِدَ جِهَادًا تَرْتَفِعُ بِهٖ اَلْوِیَةُ

جزا دیا کرتا ہے اور ہمیں بھی ایسے جہاد کی توفیق عطا فرما کہ جس سے تیری مضبوط

الشَّرْعِ الْمَتِیْنِ وَارْزُقْنَا شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ شَهَادَةً تَكُوْنُ

شریعت کے جھنڈے بلند ہوں۔ اے مہربانوں کے سب سے بڑے مہربان اپنی رحمت کے

مَاحِیَةً لِذُنُوْبِ الْعَاصِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (آمین)

طفیل ہمیں اپنی راہ میں ایسی شہادت نصیب فرما جو گناہگاروں کے تمام گناہ مٹا دینے والی ہو۔ آمین

صدرِ گرامی قدر و محافظانِ دینِ متین علمائے کرام۔ بزرگانِ قوم و برادرانِ ملت!
آج کا دن ملتان کی تاریخ میں ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ
علم و عرفان کے مالک اور اکابرِ امت اکناف و اطراف ملک سے یہاں رونق
افروز ہیں۔ میں اہلِ ملتان کی طرف سے اپنے معززہ مہمانوں کو جن میں قابلِ فخر
علمائے کرام، وارثینِ انبیاء علیہم السلام، سلاطینِ امت، عارفینِ کتاب و سنت
اور مشاہیرِ قوم شامل ہیں۔ خوش آمدید کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ اس
فریضہ کو ادا کرنے کے لئے مجھے نمائندہ بنایا گیا ہے۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ کسی
موزوں ترین عالم و فاضل صاحبِ علم و فیض کا انتخاب کیا جاتا۔ مگر قدرتِ
حق نے معاونین جمعیۃ علماء اسلام ملتان سے مجھ جیسے گنہگار۔ دنیا دار دین
فطرت سے بہت تھوڑی واقفیت رکھنے والے حقیر انسان کو منتخب کرایا اور
میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ موقع عطا کیا۔ کہ
میں نائبینِ رسولِ مقبول صلعم اور بزرگانِ دینِ اسلام کی خدمت میں چند جملے
پیش کر کے اپنی نجاتِ اخروی کے اسباب مہیا کر سکوں! اپنی کم علمی و کم مائیگی
کی وجہ سے میں آپ سب حضرات کی خدمتِ اقدس میں گذارش کروں گا
کہ مجھے میری کوتاہیوں پر معذور سمجھتے ہوئے معاف فرمادیں۔ اور دعا کریں۔ کہ
اللہ تعالےٰ میری اس سعی کو قبول فرماتے ہوئے میری بخشش فرما دے (آمین)
منبع ہائے علومِ باطنیہ و ظاہریہ۔ آج ملتان کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے

کہ اُسے وقت کے بہترین اہلِ علم وفضل حضرات کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا۔ ملتان کی یہ مقدس سرزمین جسے حضرت غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتان رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ رکن عالم رحمتہ اللہ علیہ حضرت شاہ یوسف گردیز قدس سرّہٗ حضرت موسےٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ حضرت سخی شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ حضرت حافظ محمد جمال صاحب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین ودیگر صاحب علوم وفیوض بزرگانِ طریقت۔ پروانہ ہائے شمع رسالت کے وطن مالوف ومسکن ابدی ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آج پھر علم وعرفان کی بارش سے شاداب ہے۔

ملتان کی تاریخ ۳۲۵ قبل مسیح یعنی سکندرِ اعظم کے دور سے شروع ہوتی ہے جبکہ اس فاتح عالم نے اسے فتح کیا۔ یہی وہ علاقہ ہے جو ملی استھان پورہ سے ملی تھان اور پھر ملتانہ مشہور ہوا اور آخر مجاہد اعظم محمد بن قاسم رحمتہ اللہ علیہ کے ورود سے قبل ہی موجودہ نام سے موسوم ہو چکا تھا۔ اُس وقت ملتان صوبہ سندھ کا صدر مقام تھا۔ اور یہیں اس مرد مجاہد نے اپنا مسکن بنایا۔ یہی وہ شہر ہے جس کے راستہ دین فطرت اسلام ہندوستان میں داخل ہوا۔ اور محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کئی بار اس پر حملہ کیا۔ ۱۲۵۰ء یعنی جہادِ حریت سے ٹھیک چھ سو سال پہلے چنگیز خان کے سرداروں نے جب ملتان فتح کر کے قتل عام کی ٹھانی

تو حضرت مخدوم شیخ بہاء الحق ذکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ دینار نقد
اپنی گرہ سے ادا کر کے شہر کو عام تباہی سے بچا لیا۔ ملتان نہ صرف بوجہ ان
اکابرین دین تین پیران طریقت مسلمانوں کے لئے ہی ایک مقدس
سرزمین ہے۔ بلکہ اہل ہنود و غیر مسلم بھی اسے ایک پوتر مقام سمجھتے تھے
یہی وہ پوتر جگہ ہے جہاں پر پلاد بھگت نے اپنے باپ راجہ ہرناکشپ
دکنس کے دعوائے خدائی کو جھٹلاتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ ہم سب
کو پیدا کرنے والا ایشور پرماتما ہے۔ جس کی عبادت ہم سب پر فرض ہے۔
انہیں کی یاد میں قلعہ کہنہ کے اوپر مندر پرلاد بھگت حضرت غوث
بہاؤالحق ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کے سامنے موجود ہے
غرضیکہ ملتان ہزاروں سال سے ہی اللہ کے نیک بندوں کا مسکن
رہا ہے اور آج بھی تقسیم ملک کے بعد یہ علوم دینی قرآن و حدیث کا
مرکز ہے جس کی شعاعیں اکناف و اطراف ملک میں پھیلی ہوئی ہیں جہاں
نہ صرف پاکستان بلکہ ایران۔ عراق۔ افغانستان۔ تبت۔ ترکستان وغیرہ
سے طالبان دین آ کر فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مدرسہ قاسم العلوم۔ مدرسہ
خیر المدارس، مدرسہ انوار العلوم مدرسہ رحمانیہ دار الحدیث محمدیہ۔ اور جامعہ
موسویہ تعلیم الابرار وغیرہ مدارس عربیہ سے عرفان و انوارِ علومِ دینیہ کی
بارش جاری ہے اور آج بھی ملتان ہی کی سرزمین کو ملک کے اہل علم و

طریقت کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہے۔

جہاد کانفرنس کا مقصد طول و عرض ہند و پاکستان میں پچھلے ماہ جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کی صد سالہ سالگرہ منائی گئی۔ مگر اسے کچھ اس انداز سے پیش کیا گیا کہ خیالات پر وہی انگریزیت غالب رہی جس کی وجہ سے صحیح حالات پردۂ راز میں رہے۔ خصوصاً علمائے کرام کے کارہائے نمایاں پر بہت کم کہا گیا۔ اس لئے اولیں مقصد یہ ہے کہ علمائے کرام کی قربانیوں اور ان کے کارہائے نمایاں جو انہوں نے اس جہادِ آزادی میں سرانجام دیئے۔ پر سے پردہ کشائی کی جائے۔ اور عوام کو ان سے روشناس کرایا جائے۔

دوسرا بہت اہم مقصد یہ ہے کہ کیا ہم اس جہادِ اکبر کو محض یادگار منانے تک ہی اکتفا کریں۔ یا ان مجاہدینِ عظیم کے نقشِ قدم پر چل کر ملک و قوم و ملت کی کوئی خدمت سرانجام دے کر اپنی فلاح و بہبود و نجات کا سامان پیدا کریں۔ ان مقاصد کی مختصراً وضاحت پیشِ خدمت ہے۔

جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء انگریز تاجر کی حیثیت سے کمپنی بہادر کے نام سے ہند میں داخل ہوئے! اور آہستہ آہستہ اپنی مکارانہ چالبازیوں سے ہند پر قابض ہوگئے۔ ابتدا میں

اُنہوں نے دیسی حکمرانوں کے کارندوں کی حیثیت سے اپنے لئے استحکام کی گنجائش پیدا کی۔ پھر اُنہیں کا سہارا لے کر قدم بہ قدم آگے بڑھتے گئے۔

پلاسی کی لڑائی نے اُنہیں بنگال۔ بہار۔ اُڑیسہ کا مالک نہ بنایا تھا البتہ میر جعفر کی کوتہ اندیشی اور غرض پرستی سے فائدہ اٹھا کر اُنہوں نے جماؤ کا سنگِ بنیاد رکھ دیا تھا۔ اس کے سات سال بعد وہ شاہ عالم ثانی سے اِن تینوں صوبوں کی دیوانی کے لئے سند لے بیٹھے۔ شجاع الدولہ، رہیلوں کو اپنے پہلو میں ایک تیز خنجر سمجھ رہا تھا چنانچہ وہ ایک بڑی رقم کا لالچ دے کر انگریزوں کو آگے بڑھانے کا موجب بنا۔ نظام اور مرہٹوں نے اپنے مقاصد کے لئے ٹیپو سلطان کو ختم کرنے کے احمقانہ جنون نے انگریزوں کے لئے دکن میں مستحکم حیثیت اختیار کر لینے کی گنجائش پیدا کی۔ وہ ٹیپو سلطان کو ختم کر دینے پر خوش تھے۔ لیکن اِس خوشی کی کلی ابھی پورے طور پر کھلنے بھی نہ پائی تھی۔ کہ مرہٹوں کا نقش بھی مِٹ گیا۔ اور نظام بھی اپنی ہستی کے دامن پر ایک بدنما دھبہ بن کر رہ گیا۔

۱۷۹۹ء سے اس پر جان کنی کا دور شروع ہوا اور تقریباً ڈیڑھ سو سال تک انتہائی اذیتوں کا شور برپا کرنے کے بعد اُس نے دم توڑا۔

۱۸۵۷ء سے پیشتر آزادی کے لئے دو نہایت زبردست تحریکیں اس ملک میں جاری ہو چکی تھیں۔ اول حیدر علی اور ٹیپو سلطان علیہ الرحمۃ

کی تحریک اور دوسری سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ کی تحریک۔

حیدر علی کی تحریک بظاہر سلطنت کے بچاؤ کے لئے تھی لیکن انگریزوں کے خلاف پہلی منظم تحریک ہی تھی جس کا نصب العین واضح اور معین تھا۔

ٹیپو سلطان نے اِس تحریک میں اسلامی حمیت کی شان پیدا کردی اور اسے زبردست وطنی تحریک بنایا۔

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سیاسیاً اسلامی تھی۔ اور دونوں میں یہ مقصد مشترک تھا۔ کہ

"انگریزی حکمرانی کا داغ پاک و ہند کی پیشانی سے مٹا دیا جائے"۔

جہادِ حریت کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے فیض یافتہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے ہند کو دار الحرب قرار دے کر کیا۔ جس کو بعد میں حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خون مبارک سے وہ رنگ دیا۔ کہ آخر ۱۹۴۷ء کا تاریخی واقع ظہور پذیر ہوا۔

حضرت سید احمد شہید و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے وقت تک اصل حقیقت اِس پیمانہ پر عام نہ ہوئی تھی جس پیمانہ پر ۱۸۵۷ء تک عام ہو چکی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ مجاہدانہ تحریکات کو عمومیت کے

درجہ تک پہونچنے کے لئے عموماً دیر لگتی ہے۔ غرضیکہ جہادِ حریت کی عمومیت کی وجہ صرف ایک تھی۔ اور وہ یہ کہ انگریز اجنبی تھے۔ اور پاک و ہند کے غیور باشندوں کو اجنبی کی حکومت ایک لمحہ بھی گوارہ نہ ہو سکتی تھی۔ اور مسلمان خصوصیت سے غیر مسلم اقتدار کو اسلامی احکام کے نفاذ کیلئے عظیم مانع سمجھتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے ان تحریکات میں سب سے زیادہ حصہ لیا

انگریز نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو غدر کیوں قرار دیا؟ ظاہر ہے کہ اس کی سب سے بڑی وجہ دیسی فوج کی سرتابی اور تعمیلِ احکام سے سرکشی اور بعض مقامات پر انگریز افسروں کا قتل ہے۔ اور اس خیال سے ہمارے اکابر بھی متاثر ہوئے ہیں۔ مگر دراصل اس ہنگامہ کے تمام اسباب و مقاصد کو اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو قطعی طور پر اس وجہ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس تحریک کا مقصد ایک غیر اسلامی اور اجنبی حکومت کے تسلط اور اقتدار سے ملک کو نجات دلانا تھا۔ چنانچہ تاریخ ہند کا مصنف آکسفورڈ لکھتا ہے۔

"غدر اگرچہ بادی النظر میں بنگالی دستہ کی ایک فوجی بغاوت تھی۔ جو چربی والے کارتوسوں کے استعمال سے بھڑکی لیکن آخر کار یہ صرف فوج تک محدود نہیں رہی۔ سول رعایا میں بہت حد تک بے چینی۔ اور بے اطمینانی کے جذبات موجود تھے۔ چنانچہ بہت سے مقامات پر فوجیوں کی بغاوت سے پہلے وہاں کی سول آبادی نے بغاوت شروع کر دی تھی"[1]

[1] بحوالہ تاریخ کا دوسرا رخ صفحہ ۲۱ مصنفہ ایڈورڈ ٹامسن مترجم شیخ حسام الد

اِس سے بڑھ کر اُس وقت کے انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر ڈزرالی نے اپنی تقریر میں کہا۔

"مجھے یہ کہنے میں ذرا تامل نہیں کہ بنگالی دستہ کے باغیوں نے محض فوجی تکلیفات کی بنا پر بغاوت نہیں کی۔ بلکہ در پردہ ملک کی عام سیاسی بے چینی کی حمایت میں اُٹھے تھے"۔

(تصویر کا دوسرا رُخ ۱۹۴۷ء)

انگریز کے عہدِ اقتدار میں اِس جدوجہد کو جنگ آزادی سے تعبیر کرنا اِس میں کوئی شک نہیں۔ بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ لیکن آج جبکہ وہ دور ختم ہو چکا ہے۔ اور ملک خدا کے فضل و کرم سے آزاد ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد کو غدر قرار دینا غلامانہ ذہنیت کا اظہار کرنا ہے۔ اور ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ کچھ لوگ جسمانی طور پر آزاد ہو جانے کے باوجود ذہنی طور پر ابھی تک غلام ہیں۔ میں اِن معترضین و غلامانہ ذہنیت کے حاملوں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ اپنے ملک و سرزمین کو غیر اسلامی اجنبی تسلّط و اقتدار سے نجات دلانے کے لئے جہاد کرنا اور مسلح حملے کرنا اگر جرم ہیں۔ اور اُن کی اصطلاح میں "غدر" ہے۔ تو آج الجزائر اور تیونس کے مجاہدین کی کیوں تعریف کی جاتی ہے؟

انڈونیشیا کے محبانِ وطن نے اپنے سفید فام آقاؤں کے خلاف

جو سازشیں کیں مسلح حملے کئے۔ گوریلا لڑائیاں لڑیں۔ ان کی مدح و توصیف کیوں کی جاتی ہے؟ آج کوئی اسے غدر قرار نہیں دیتا اس لئے کہ ان محبان وطن کا بنیادی مقصد وہی ہے۔ جو ہندوستان کے جہادِ حریت کے بہادروں کا تھا یعنی اجنبی ظالم حکمرانوں کی غلامی سے نجات۔ پھر جن ہندوستانی سپاہیوں۔ قائدینِ ملک علماءِ کرام۔ اور روسا نے اُس جدوجہد میں حصہ لیا۔ اور ہر ایک نے بڑی شجاعت و بہادری کے ساتھ اپنے نیک مقصد کے حصول کے لئے عزیز سے عزیز متاع قربان کر دی۔ کس زبان سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ غدار تھے اور وہ تحریکِ آزادیِ وطن و ملت "غدر" تھا۔

غرضیکہ وہ ایک منظم و مقدس تحریک۔ اور عوامی تحریک تھی۔ جس میں وطن کے فرزندان نے خوب دادِ شجاعت دی۔ اور بے سروسامانی کے عالم میں اپنے سے بڑی ترقی یافتہ قوم انگریزوں کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ اس کے نتیجہ میں وہ توپوں کے سامنے رکھ کر اُڑا دیئے گئے۔ وہ پھانسیوں پر لٹکائے گئے۔ گولیوں کا نشانہ بنائے گئے۔ اُن کے سامنے اُن کی عصمت مآب بہو بیٹیوں کی عزت و ناموس پر حملے کئے گئے۔ اُن کے معصوم بچے اُن کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے اور پھر آگ کے شعلوں کے نذر کئے گئے۔ اُن کے دولت سے بھرپور مکانات و بازار لوٹ لئے گئے۔ اُن کے پُر رونق اور آباد شہروں کو تاخت و تاراج کیا گیا۔ اس قتلِ عام کے بعد بھی کوئی

تامل کر سکتا ہے کہ یہ جنگِ آزادی نہ تھی یا یہ عوامی تحریک نہ تھی۔؟

جہادِ حریت میں علماءِ کرام کا حصہ

اس جہادِ حریت میں فوجی نوجوانوں۔ نوابوں۔ جاگیرداروں اور عوام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہندو مسلمانوں نے اپنی جان کی بازی لگادی۔ اور شانہ بشانہ وطن کی خاطر قربان ہورہے تھے مگر مسلمان خصوصیت سے انگریز سے بغض و عناد رکھتے تھے۔ کیونکہ انگریز نے براہِ راست مسلمانوں ہی سے حکومت چھین لی تھی۔ اور مسلمان ہی اُس کی تیغ ستم کا اولین ہدف تھے۔ اور اسلامی شعائر کی کھلی توہین ہورہی تھی قبل ازیں سراج الدولہ کے بے رحمانہ قتل اور سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا حادثہ جانکاہ بھی انگریز کے ہاتھوں نوکِ شمشیر سے تاریخ ہند کے صفحات پر نقش ہوچکا تھا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ مسلمانوں کو درسِ جہاد دے چکے تھے اور پھر دلی کے لال قلعے میں تیمور کا وارث۔ انگریز کی مکارانہ وجابرانہ حکمتِ عملی سے قطعاً بے بس و مجبور ہو بیٹھا تھا۔ اور مسلمان اپنی آنکھوں کے سامنے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ مسلمان اس شدید ضرب کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اُس کی حمیت بیدار ہوگئی۔ غیرت نے جوش مارا اور اپنے اہلِ وطن کے اشتراک سے اجنبی حکومت کے جبر و قہر سے پنجہ آزمائی شروع کردی۔ جس نے ملک

ہر طبقہ و خیال کے لوگوں کو جگایا۔ اور اُن کو انگریزی حکومت کے مقابلہ میں لانے کا باعث بنا۔

ملک کے عوام و خواص کے ساتھ ۱۸۵۷ء کے جہادِ حریت میں علماء نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور

سنتِ انبیاء کرام حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما السلام کے اتباع میں جابر و ظالم اجنبی حاکم سے نبرد آزما ہوئے۔ اور ۱۸۳۱ء میں حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اور اُن کے متعدد رفقاء مخلصین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی مساعی جہاد اور تبلیغ حق سے علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ متاثر تھا۔ وہ میدان میں نکل آیا۔

اِن میں مولانا احمد اللہ شاہ صاحب مدراسی۔ مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی مولانا پیر علی صاحب مولانا فیض احمد صاحب بدایونی۔ مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری مولانا امام بخش صاحب صہبائی مولوی محمد باقر صاحب۔ مولوی مبارک علی مفتی عنایت احمد صاحب کوروی مفتی مظہر کریم دریا آبادی۔ مولانا یحییٰ علی مولانا فضل رسول بدایونی۔ مفتی انعام اللہ گوپامؤی مفتی لطیف اللہ علی گڑھی۔ فضل امام صاحب خیر آبادی مولوی غلام قادر صاحب۔ قاضی فیض اللہ صاحب کشمیری۔

مولوی ابو سعید۔ مولوی رضی اللہ صاحب جیسے سینکڑوں عالم و فاضل ایسے تھے جو جنگ آزادی میں برابر کے شریک تھے۔ اِن میں سے چند علماء کرام کا مختصراً تذکرہ ضروری ہے۔

مولوی احمد اللہ شاہ صاحب سرزمین دکن کو سلام ہو جس کی خاک پاک سے اٹھارویں صدی میں سلطان ٹیپو جیسا محبّ وطن فرمانروا اُٹھا اور جس نے اُنیسویں صدی میں مولوی سید احمد اللہ جیسے مردِ مجاہد کو جنم دیا۔ یہی وہ صاحبِ سیف و قلم تھا جس کی شجاعت و فراست و لیاقت اور علمیت کا اعتراف انگریز مؤرخین نے بھی چار و ناچار کیا ہے اور جو حقیقی معنوں میں انقلاب اودھ کا روحِ رواں تھا مسٹر ملیسن (ملیسن) بغاوتِ ہند کی تاریخ میں لکھتا ہے۔

" اگر محبِّ وطن کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی آزادی کیلئے سازش کرتا اور ہتھیار اُٹھاتا ہے۔ تو بلاشبہ مولوی احمد اللہ شاہ ایک سچّا محبِ وطن تھا۔ اُس نے اپنی تلوار کو کسی فرد کے خون سے کبھی داغدار نہیں کیا۔ اور نہ کسی شخص کو ہلاک کرنے کی سازش کی۔ اُس نے سورماؤں کی طرح نہایت شریفانہ اور باعزت انداز میں ان غیر ملکیوں کا پامردی سے مقابلہ کیا جنہوں نے اُس کا مُلک چھین لیا تھا۔ یہ مولوی اقوامِ عالم کے بہادر اور حق پرست انسانوں کے احترام کا مستحق ہے "۔

لکھنؤ میں مرزا برجیس قدر پسر حضرت محل کی بادشاہت کا اعلان کرانے اور لوگوں کو آزادئ وطن کے لئے جہاد میں شامل ہونے کے لئے تبلیغ کرنے والا بھی ایک عالم ہی تھا اور یہ تھا صوفی احمد اللہ شاہ۔ انہی کے متعلق سر تھامس سیٹن نے لکھا ہے۔

"صوفی احمد اللہ شاہ عظیم المرتبت۔ بیباک جسارت و عزم محکم کا مالک تھا اور ان تمام میں بہترین سپاہی تھا"۔

۵ جون ۱۸۵۸ء کو دو میل کھنڈوا اودھ کی سرحد پر راجہ پوائین نے دھوکہ دے کر شہید کر کے سرِ مبارک انگریزوں کے پاس شاہ جہان پور بھیج دیا۔

مولوی محمد باقر صاحب شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد کے باپ اور دلی کے مشہور و معروف مجتہد تھے۔ انگریزوں کے سخت دشمن تھے۔ اور بہادر شاہ ظفر کی فوجی خدمت و امداد کی۔ سب سے پہلا اردو اخبار انہیں نے جاری کیا تھا۔ اپنی دینی سرگرمیوں اور انگریز کے خلاف عملی کار روائیوں کے نتیجہ میں دہلی کی فتح کے بعد گرفتار ہو گئے۔ اور گولی سے اڑا دیئے گئے۔ ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ گھر کھدوا کر پھنکوا دیا گیا۔ اور ان کے اخبار کی جو کاپی جہاں سے ملی جلا کر خاک کر ڈالی گئی۔

مولانا محمد جعفر تھانیسری۔ آپ ضلع کرنال کے رہنے والے

نہایت ہی ذی علم بزرگ تھے۔ جنگ آزادی میں نمایاں حصّہ لیا۔ فتح دہلی کے بعد واپس وطن مالوف آگئے مگر جو کام نا تمام رہ گیا تھا۔ اُس کی تکمیل کے لئے ہندوستان کا دورہ کرنے لگے۔ انگریز اپنے دشمن کو کب چھوڑتا تھا آخر علی گڑھ میں گرفتار کرکے بھوکا پیاسا پابجولاں انبالہ لائے۔ جہاں پانچ ماہ تک بید زنی کی سزا ملتی رہی۔ مگر اپنے ساتھی مجاہدین کا نام تک نہ بتلایا حتیٰ کہ کھال ادھڑ گئی۔ مقدمہ چلا پھانسی کی سزا ہوئی۔ خوشی سے چہرہ جگمگا اٹھا کیونکہ موجودہ صعوبتوں اور عقوبتوں کے مقابلہ میں موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ مجسٹریٹ نے پوچھا ہنس کیوں رہے ہو۔ فرمایا کہ دُنیا کے آلام سے چھوٹ کر ابدی راحت حاصل کروں گا اور سیدھا جنت میں جاؤں گا۔ اس پر مجسٹریٹ غصہ سے پاگل ہو کر بولا کہ تمہیں منہ مانگی اور اپنی مرضی کی موت ہرگز نہیں دینگے بلکہ تمہیں ایسی موت سے ماریں گے کہ تمہاری جان بڑے عذاب سے نکلے گی۔ اچھا جاؤ تمہیں حبس دوام عبور دریائے شور کی سزا دی جاتی ہے۔ وہاں بچھو چکو تم اتنی سخت تکلیف اُٹھاؤ گے کہ موت کی آرزو کرو گے مگر موت نہیں آئے گی۔"

چنانچہ جنوری ۱۸۶۶ء میں انڈیمان گئے ۱۸ سال مسلسل قید کی تکلیف اٹھانے کے بعد ۱۸۸۳ء میں رہا ہو کر وطن آئے مگر انگریز

کا جذبہ پہلے کی نسبت دس گنا زیادہ اپنے ساتھ لائے۔

مولانا فضل حق صاحب خیرآباد۔ یہ نہایت فاضل اجل اور عالم بے بدل بزرگ تھے۔ اپنے زمانہ میں کوئی شخص بھی فضل وکمال۔ ادبی حیثیت اور علمی تصنیف میں ان کے برابر نہ تھا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مولانا فیض الحسن جیسے یگانہ روزگار فاضل کے استاد ہیں جب جنرل بخت خان دربارِ دہلی میں آگئے۔ تو آپنے جہاد کا فتوےٰ دے کر لوگوں میں نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ دہلی کی تسخیر کے بعد جب بہادر شاہ گرفتار ہو گئے تو مایوس ہو کر وطن آگئے۔ مگر انگریزوں نے سیتاپور میں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی اور انڈیمان میں طرح طرح کی تکالیف دیں۔ جہاں ۱۹ اگست ۱۸۶۱ء کو وہ عدیم النظر انسان جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے ہندوستان کے علماء کا سرتاج تھا۔ وطن سے دور غریب الوطنی کی حالت میں اپنے آخری سانس پورے کر کے بڑی حسرت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا۔

مولانا امام بخش صہبائی:۔ یہ دہلی کالج میں ادبیات فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ بڑی لیاقت سے درس دیتے تھے۔ غدر کے ہنگامے میں خانہ نشین ہو گئے۔ مگر زیادہ عرصہ گوشۂ عافیت میں نہ رہ سکے

ایک دن محلہ کی مسجد میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ گورے مسجد میں گھس گئے اور سارے نمازیوں کے ساتھ انہیں بھی اور انکے بیٹوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ اور محلہ سے ۱۴۰۰ آدمی پکڑے سب کو جمنا کے کنارے لے جا کر گولی مار دی۔

مولانا لیاقت علی ضلع الٰہ آباد:۔ (یو۔پی) کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انگریزوں کے خلاف مختلف اشتہارات شائع کئے عوام میں کثرت سے تقسیم کئے جس نے جوش جہاد پیدا کر دیا۔ ہر اُس مقام پہ گئے جہاں انگریز کی مخالفت ہو سکتی تھی۔ آخر گرفتار ہوئے۔ انڈیمان پہونچائے گئے۔ جہاں چند روز کے بعد رحلت فرما گئے۔

ان کے علاوہ بے شمار علماء حق تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے جہادِ حریت میں حصہ لیا۔ اور انگریز کے ہدفِ ظلم اور نشانۂ تعزیر بنے۔ ایک سو سے زائد علماء کرام تو جنرل بخت خاں کے ساتھ دہلی آگئے تھے جنہوں نے فتوائے جہاد دے کر عملی قربانیاں دیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

علماء اسلام ابتدا ہی سے دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ اُن علماء کا ہے جو حق و انصاف کی تلقین کو اپنا دینی فرض تصور کرتے ہیں۔ اور بنی نوع انسان کی خدمت کو عبادت الٰہی کا جز خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر عہد میں اِن علماء حق نے ظلم و استبداد اور غلامی؟

خلاف جہاد کیا۔ اور جابر سے جابر حکمران سے بھی خوف نہ کیا۔ جہاد حریت ۱۸۵۷ء میں تسخیر دہلی کے بعد علماء کرام پر جو ظلم انگریزوں نے ڈھائے وہ رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں پر خصوصاً علماء کرام پر ان مظالم عظیم کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد حریت میں حصہ لیا اور اس تحریک کو اسوقت بھی جاری رکھا جبکہ ہندوؤں نے جاگیروں کے لالچ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور پنجاب کی سکھ ریاستیں نابھ۔ پٹیالہ جیند وغیرہ پوری کوششوں سے انگریزوں کا ساتھ دیتی ہوئیں مسلمانوں سے اپنے بزرگوں کا بدلہ لینے پہ تلی ہوئیں تھیں گویا کہ اُس وقت مسلمان مجاہدین کو بیک وقت دو دشمنوں کا مقابلہ تھا۔ انگریزوں سے اور انگریزوں کے پٹھو اپنے غدار ابنائے وطن سے

جن علماء اسلام نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ اُن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ وہابیوں سے متعلق تھے! ور سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک جہاد سے انکا رشتہ تھا جنرل بخت خاں بھی انہیں سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ مولانا غلام رسول مہر نے کئی حوالوں سے لکھا ہے

"دہلی میں جب باغی سپاہ کے افسر اعلےٰ بخت خاں و غوث محمد خاں اور مولوی امام خاں رسالدار جمع ہوئے۔ اُن کے ساتھ مولوی عبدالغفار اور مولوی سرفراز علی آئے، تو پھر وہابیوں کا اجتماع دہلی میں

شروع ہوا اور مولوی سرفراز علی جہادیوں کے میر لشکر اور بخت خاں اُس کا معاون ہوا۔"

اس طرح بہادر شاہ کے مقدمہ میں حکیم احسن اللہ خاں غدار قوم نے اپنے بیان میں وہابیوں کا ذکر کیا جس سے اوپر کے بیان کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔

دہلی کی تسخیر کے بعد وہابیوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا اور جہاں جہاں وہابی ملا اسے چن چن کر مارا گیا۔ اعلان میں کہا گیا کہ جس کی داڑھی بڑھی۔ آدھی پنڈلی تک اونچا تہ بند۔ کانوں میں مسواک اور توحید کا وعظ کرنیوالا ہو۔ وہ وہابی ہے اور حکومت کا باغی ہے۔ چنانچہ اس جرم میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی حضرت مولانا یحییٰ علی منگوہری۔ مولانا احمد اللہ صاحب بدایونی اور مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا گیا اور سازش کے مقدمہ بنا کر پھانسی کی سزا اور کالے پانی بھیجی گیا۔

جہاں یہ علماء حق دورِ غلامی کے خلاف جہاد کر کے اپنی قیمتی جانیں قربان کر رہے تھے وہاں دوسرا گروہ اُن علماء کا بھی ہے جنہوں نے مذہب کو بطور پیشہ اختیار کیا اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر حکمرانوں سے ناطہ جوڑ کر اُن کے ہر جائز و ناجائز عمل کو سراہا اور اُن کے حق میں

فتوے دیئے۔ چنانچہ جہاد حریت میں جہاں الٰہی بخش وغیرہ نے غداری کی وہاں ایسے مذہبی رہنما بھی شامل ہیں جنہوں نے اس تحریک کو سخت نقصان پہنچایا۔

ملتان جس کی سرزمین کو غوث بہاءالحق ذکریا اور حضرت شاہ رکن عالم حضرت موسےٰ پاک شہید اور حضرت یوسف گردیز جیسے اولوالعزم بندگان طریقت کا مسکن ہونے کا فخر ہے جنہوں نے سردار احمد خاں کھرل جیسا مجاہد پیدا کیا۔ وہاں ملتان کے مخدوم و مرشد شاہ محمود نے بھی ملک و ملت سے آنکھ پھیر لی۔ اور انگریز کی رضاجوئی کو خدا کی خوشنودی سمجھ کر مخبری بھی کی اپنی گھوڑے اور سپاہی دیئے اور کرنل ہملٹن کے ساتھ باغیوں سے لڑنے گئے۔

جب باغیوں نے دیکھا کہ روحانی پیشوا مقابلہ پر ہے۔ تو جی چھوڑ دیئے۔ ان خدمات کے صلہ میں تین ہزار روپے نقد انعام تئیس ہزار تین سو کے قریب جاگیر کی مالیت عنایت ہوئی۔ اسی طرح مراد گردیزی نے اس جہاد حریت میں خدمات کے صلہ میں ایک سند اور دو سو روپے کا خلعت ملا۔ اور ۱۸۶۵ء تک ریاست بہاولپور کا ایجنٹ پھر پولیٹیکل ایجنٹ اور نائب سپرنٹنڈنٹ ہوا۔ بعد میں چیف ججی مل گئی جس کی تنخواہ انعام میں ایک ہزار تک بڑھادی گئی۔ (حوالہ ۱۸۵۷ء مؤلفہ میاں محمد شفیع)

اور اسی طرح امت باطلہ قادیانی قبیلہ نے ملک و ملت سے جو غداری کی وہ مینی قادیاں کی زبان سے ہی سنئے۔

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ برطانیہ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی۔ اور جن کا ذکر مسٹر گرین صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے)

۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہونچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چھٹیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں پھر میرے والد کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکار انگریزی میں مصروف رہا (کتاب البریہ ص ۳)

"اسی طرح مرزا بشیر احمد قادیانی انگریز کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :"

تمہاری پچاس سالہ خدمات کا حکومت پر ایک بوجھ تھا۔ اس پر بوجھ تھا کہ تم نے جنگ یورپ میں آدمیوں اور روپیوں سے مدد کی۔ اس پر بوجھ تھا کہ تم نے رولٹ ایکٹ کی شورش کا مقابلہ کیا۔ اس پر بوجھ تھا کہ تم نے ہجرت کی۔ تحریک کا مقابلہ کیا۔ اور اس نے تم کو کوئی بدلہ نہ دیا۔ اس پر بوجھ تھا کہ تم نے نان کو آپریشن کا مقابلہ میں مفت لٹریچر تقسیم کرکے اور جلسوں اور لیکچراؤں کے ذریعہ کیا۔ اور حکومت اس کا بدلہ دینے سے عاجز رہی۔

اس پر بوجھ تھا کہ تم نے سول ڈس اوبیڈینس کا مقابلہ کیا۔

(الفضل جلد ۲۲ نمبر ۵۴ یکم نومبر ۳۴ء)

تسخیر دہلی اور جنگ حرّیت کے سرد ہونے کے بعد علمار حق نے اپنی جدوجہد آزادی جاری رکھی چنانچہ ۱۹۱۵ء میں علمار کرام کے ایک گروہ ہجرت کر کے سرحد چلا گیا۔ اُن میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی شاگرد الرشید حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہدین پنجاب کے سردار مولانا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی مع بڑی جمعیت کے ہجرت کر کے یاغستان کی سرحد پہونچے۔ جہاں اُنہوں نے چمرقند میں ایک مرکزِ جہاد بنا کر ۱۹۴۷ء تک متواتر کئی حملوں میں انگریزوں کی فوجوں کو تہس نہس کیا۔ جن میں شب قدر ٹل و دیگر مقامات کے واقعات اکثر صوبہ سرحد میں زبان زد عام ہیں۔ ان میں سے آخری گروہ مولانا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی کی قیادت میں قیام پاکستان کے بعد جہادِ کشمیر میں شریک ہوا اور پونچھ کے مورچہ پر معرکتہ الآرا کارنامے انجام دیئے۔ اور آج بھی مسئلہ کشمیر ملک و قوم کے لئے زندگی و موت کا مسئلہ بنا ہوا ہے جس پر علمار کرام کو خاص توجہ دینی چاہیے۔

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک بھی علمار کرام کا جنگِ آزادی ملک میں بہت نمایاں حصہ ہے۔ اُن میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

لدھیانوی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، اور مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہم اور دورِ حاضرہ میں شیخ الاسلام مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔ مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی۔ مولانا عبد الحنان صاحب ہزاروی۔ مولانا غلام غوث صاحب سرحدی۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ و دیگر ایسے بزرگان ہم میں موجود ہیں۔ جن کی خدمات آفتاب کی طرح روشن ہیں۔

اب میں کانفرنس کے دوسرے اہم مقصد کی طرف آتا ہوں۔

حضرات! علماء کرام سے ہم نے بہت مرتبہ سنا۔ کہ

"سب سے بڑا جہاد ظالم و جابر حاکم وقت کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے اور حضرت موسے علیہ السلام نے فرعون کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق فرمایا۔ جہاد سنت رسول مقبول صلعم بھی ہے۔ آپ نے متعدد غزوات میں بہ نفسِ نفیس شرکت ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ پیٹ پر پتھر باندھ کر اور دندانِ مبارک شہید کرا کے امت کے لئے راہِ عمل کی بناء ڈالی۔ حضور کے بعد آپ کے نواسے حضرت حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں دادِ شجاعت دے کر ہمارے لئے لائحہ عمل بنا دیا۔ اور یزید کی

بیعت سے انکار فسق و فجور کی بیعت سے انکار تھا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے واقعہ کربلا کو اس رباعی میں یوں بطور پر بیان فرمایا ہے۔ ؎

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین
دین است حسین و دین پناہ است حسین
سر داد ولے نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

بعد میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہِ وقت کا جبر قبول نہ فرماتے ہوئے جیل میں جانا منظور کیا اور جیل ہی میں رحلت فرمائی۔ اسی طرح امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہِ وقت کے خوشامدی علماء کے خلاف فتوے دیا جسکی پاداش میں امام صاحب کا منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا۔ مگر پھر بھی حق بات سے پھرے اور جبریہ طلاق کو تسلیم نہ کیا ـــــ اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے مامون الرشید کے وقت معتزلہ علماء کے فتوے کے خلاف اعلان فرمایا۔ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور اس کی صفت ہے۔ یہ کبھی مخلوق نہیں ہو سکتا۔ گرفتار ہوئے بر سرِ عام کوڑے لگے۔ حتےٰ کہ جسم اطہر و مبارک کی کھال تک ادھڑ گئی۔ مگر حق سے باز نہ آئے۔ اور اسی حالت میں جامِ شہادت نوش فرمایا ـــــ اور

حضرت امام ابن تیمیہ اور اِسی طرح دیگر آئمۂ کرام کو جبکہ مصر میں فاطمی حکومت کا دور دورہ تھا اور حسن بن صباحی گروہ اپنی شیطنیت کاریوں میں مصروف تھا۔ اِن ائمہ کرام کو قید و بند میں رکھا گیا۔ اور بعض آئمہ مثلاً امام نجم الدین صاحب نیشاپوری اور حضرت محمد بن نصر مروزی و دیگر محدثین کو شہید کرایا گیا۔ مگر اُن کے اعلائے حق میں فرق نہ آیا۔ نیز حضرت شیخ الہند سرہندی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جبکہ اکبر کے زمانہ میں دینِ الٰہی اکبر شاہی کا اختراع کر کے خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی! اور جہانگیر کے دربار میں بحالتِ رکوع حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ اِن خیالاتِ باطلہ کے خلاف اعلانِ حق کرتے ہوئے انہیں مداہنت فی الدین قرار دیا اور حبس کی بناء پر تین سال تک قلعہ گوالیار میں قید رہنا پڑا اور وقت کے علماء سوء اور حکام کی ملی بھگتی کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ کر کامیاب و کامران ہوئے۔

اب جبکہ عالمِ اسلام ہر طرف سے مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ فسق و فجور کا دور دورہ ہے۔ دینِ متین میں نئے نئے فتنے سر اُٹھا رہے ہیں۔ علماء کرام کا کیا فرض ہے۔؟ آج پاکستان کو عالمِ وجود میں آئے دس سال ہونے کو ہیں مگر اِس سب سے بڑی اسلامی سلطنت میں داخلی خارجی بے چینی دین سے بے راہ روی کیوں؟۔ آج مملکتِ خداداد پاکستان میں رشوت ستانی۔ چور بازاری۔ گرانی۔ لادینی لامذہبیت کا کیا علاج ہے؟۔

کیا آپ انکار کر سکتے ہیں کہ آج اسلام خطرہ میں نہیں ہے ؟ کیا آج فسق و فجور اور رقص و سرود کی سرپرستی آرٹ کے نام پر نہیں ہو رہی ہے ؟ کیا کلب کا مہذب نام دے کر جوئے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا رہی ہے ؟ کیا ملک کے وقار کو بلند کرنے کے پردے میں کاک ٹیل پارٹیاں اور بال ڈانس نہیں کئے جا رہے ؟ کیا ملک سے شراب جوئے، زنا یعنی چکلوں کا خاتمہ ہو چکا ہے ؟ کیا اسلامی جمہوریت کے اصولوں کے مطابق ہر باشندہ کو کھانے کو روٹی۔ پہننے کو کپڑا اور سر چھپانے کی جگہ مل گئی ہے ؟ اگر ان سب کا جواب نفی میں ہے تو کیا میں پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ اے رسول مقبول کے جانشینو! اے حضرت حسین اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نقش قدم پر چلنے والو۔ آپ نے ہاں آپ نے اس پر آشوب زمانہ میں ملک کے غریب باشندوں کی کیا ترجمانی فرمائی۔ اُن کے ان امراض کا کیا علاج سوچا ؟ اور ہاں

۱۔ آج جبکہ پاکستان کے لئے کشمیر کا مسئلہ زندگی و موت کا مسئلہ بن چکا ہے اور اسلامیان کشمیر اپنی جان کی بازی لگا چکے ہیں ان پر ۱۸۵۷ء کے انگریز کے مظالم جو انہوں نے ہند میں روا رکھے تھے سے بھی ہولناک اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کئے جا رہے ہیں۔

(۲) الجزائر میں فرانسیسی درندے سیدنا محمد صلعم کے نام لیواؤں کو انہیں مقاصد کے تحت ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں جن مقاصد کو لے کر جہاد حریت ۱۸۵۷ء میں ہند میں کیا گیا تھا۔

۳۔ تیونس میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔

۴۔ مصر۔ لبنان و دیگر اسلامی دنیا کو پریشانی کا سامنا ہے۔

۵۔ قرآن و حدیث کیخلاف سلطنتِ اسرائیل کا وجود و قیام۔

(اے اکابرین دین متین فرمایئے کہ آپ کا اور ہمارا ان حالات میں کیا رویہ ہونا چاہیئے!)

کیا آج ہمیں فرض نہیں پکار رہا؟ جہاد حریت کے شہداء کی روحیں بے چین و مضطرب آپکی طرف دیکھ رہی ہیں۔ سید احمد شہید و مولانا اسماعیل شہید کی روحیں پکار رہی ہیں کہ اے سنتِ رسول کے محافظو! اٹھو اور اپنا فرض پہچانو۔ آج پھر وقتِ جہاد ہے اور آپ خاموش بیٹھے ہیں ایکطرف لادینی اشتراکیت اپنا منہ کھولے تمام دنیا خصوصاً اسلامی دنیا کو نگل جانے کو بیٹھی ہے تو دوسری طرف استعمار سرمایہ داری اور رجعت پسندی اسے ہڑپ کرنے کو تاک لگائے بیٹھی ہے۔ اٹھو اور ان دونوں باطل نظریوں کے خلاف علم جہاد بلند کرو اور بتا دو کہ اسلامی نظام حیات اور اسلامی نظریہ ہی معاشرے کی تمام خرابیوں کا واحد علاج ہے جس کے بغیر نہ دنیا ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی اطمینانِ قلب اسے نصیب ہوگا۔

یہ باطل نظام ایٹم بم۔ ہائیڈروجن بم ایسے تباہ کن ہتھیار بنا کر انسان کو ڈر و بے اطمینانی کے گڑھے میں تو پھینک سکتے ہیں۔ مگر اس قعرِ مذلت سے صرف اسلام اور اسلامی نظامِ حیات ہی نکال سکتا ہے۔

بات طول پکڑتی جا رہی ہے۔ اور آپ حضرات کا کافی وقت لے چکا ہوں۔

مگر میں یہ کہے بغیر اسے ختم کرنا نہیں چاہتا۔ کہ مسلمانوں کے موجودہ
پیچیدہ مسائل کا حل صرف اسلامی نظام کا قیام ہے۔ جو علمائے کرام کی باہم
متحدہ مساعی اور عامۃ المسلمین کے تعاون سے ہی عمل میں لایا جا سکتا ہے۔
اے اکابر علمائے کرام اگر آپ حضرات نے اپنے اسلاف خصوصاً جہادِ حریت ۱۸۵۷ء
کے پروانوں کی طرح تن من دھن کی بازی لگا کر امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی
اور ملت کو اس انتشار سے نجات دلائی جو آپ کی صفوں میں پیدا ہو چکا ہے
اور کیا جا رہا ہے۔ اور فروعی مسائل میں اُلجھنے کی بجائے امت مسلمہ اور علمائے کرام
میں اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کر دی جائے اور سیاسی یتیم ختم ہو تو
علمائے کرام کی رہنمائی میں ہر پاکستانی مسلمان بڑی سے بڑی قربانی پیش
کرنے کے لیے تیار ہو گا۔ آپ کے اتحاد نے بائیس بنیادی اصول مرتب کر کے
ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ دستوری سفارشات پر اسلامی ترامیم
پیش کر کے اپنی سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا۔ تحریک ختم نبوّت میں آپ کی
یگانگت نے قوم کیلئے عمل کی راہیں کھول دیں۔ آپکے اتحاد نے برسر اقتدار طبقہ
کو پاکستان میں لادینی قوانین نافذ کرنے سے روک دیا۔ میں پورے وثوق سے کہہ
سکتا ہوں کہ آج بھی ایک عملی اتحاد اور مجاہدانہ مساعی
پاکستان کی قسمت کو بدل سکتی ھے کیونکہ آپکی متحدہ سرگرمی
وعمل سے عام کلمہ گو مسلمان میں یکجہتی پیدا ہو گی اور وہ آنے والے انتخابات

میں ایسے امیدوار منتخب کرنے پر مجبور ہو جاویں گے جو پابند صوم وصلوٰۃ۔
ملک وملت کے وفادار و سچے بہی خواہ دینی سیاسی و معاشی سوجھ بوجھ رکھنے
والے اور کتاب وسنت کی روشنی میں قوانین بنانے کی صلاحیت رکھتے ہوں
پھر پاکستان ایک مثالی ملک ہوگا جسمیں نہ رشوت ستانی ہوگی اور نہ
بے انصافی۔ نہ بھوک وننگ کا نشان ہوگا اور نہ مزدور اور سرمایہ دار کی چپقلش
نظر آئے گی۔ غرضیکہ معاشی بدحالی دور کرکے باعزت روزگار مہیا ہوگا۔
چھوٹے درجوں کے ملازموں کی مناسب تنخواہیں ہوں گی۔ عام استعمال کی
اشیاء خصوصاً غلہ کی ذخیرہ اندوزی ناجائز قرار دی جاوے گی۔ عدل وانصاف
کا عام بول بالا ہوگا۔ اس طرح ملک وقوم کا وقار بلند ہوگا۔ اپنی آزاد
اسلامی خارجہ پالیسی ہوگی۔ اسلامی احکام کی بدولت باشندگانِ ملک
میں جذبۂ جہاد پیدا ہوگا جس میں ملک کا استحکام مضمر ہے۔ سیاسی
استحکام سے پاکستان ایک باعزت ملک بن جائیگا۔ عالم اسلام کی قیادت
کا سہرا اِس کے سر بندھیگا اور اس آیٹمی دُنیا میں امن وسلامتی کا
علمبردار ہوگا۔ یہ سب کچھ تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ منظم ہو کر میدانِ عمل میں
اُتریں۔ انتشار کو ختم کریں۔ یکجہتی پیدا کریں۔ اگر خدانخواستہ آپ حضرات
کی بے توجہی اور نا اتفاقی سے لاء کمیشن اور اسمبلیوں میں صحیح نمائندے
منتخب نہ ہو سکے اور اسلام کے تمام پر بے دینی کو رائج کر دیا گیا۔ تو پھر

اُس کے بدلنے کے لئے بے شمار قربانیاں دینی پڑیں گی اور کافی مدت درکار ہوگی۔ پھر باوجود صفائی کے آنے والی نسلیں آپ کی اس فروگذاشت کو قطعاً معاف نہیں کریں گی۔ یہ میرا ہی مطالبہ نہیں بلکہ ساری مسلمان قوم کا مطالبہ ہے

یقیں محکم عمل پیہم محبّت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

آخر میں ایک بار پھر اپنی تلخ نوائی پر جو میرے خیال میں حقیقت پر مبنی ہے معذرت چاہتا ہوں اور آپ حضرات کی تشریف آوری پر اہلِ ملتان کی طرف سے صمیمِ قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنے تمام رفقاء و ساتھیوں کا مشکور ہوں جنہوں نے اس بڑے کام میں میری اعانت فرمائی۔

والسّلام

عبدالغفور (خواجہ)

صدر استقبالیہ
جہاد کانفرنس۔ ملتان

بروز جمعۃ المبارک ۲۸ جون ۱۹۵۷ء مطابق ۲۹ ذی الحج ۱۳۷۶ھ

خواجہ عبدالغفور صاحب پرنٹر پبلشر نے پاک الیکٹرک پریس ملتان شہر سے چھپوایا